اَلْبَيْتِ الْعَتِيقِ کے معنی اور مفہوم

اللہ رب العزت نے ابراہیم علیہ السلام کو کہی ہوئی یہ بات سورۃ الحج کی آیت ۲۹ میں بتائی ہے

وَلْيَطَّوَّفُواْ بِالْبَيْتِ الْعَتِيقِ

''اور شرف وعظمت (حرمت) والے گھر کا طواف کریں'' (حوالہ الحج۔۲۹)

ابراہیم علیہ السلام سے کہے ہوئے اس فرمان کے مروجہ ترجمہ وتفسیر کی جھلک یہ ہے:

[ترجمہ مولانا محمد جونا گڑھی۔تفسیر مولانا صلاح الدین یوسف۔قرآنِ کریم شاہ فہد پرنٹنگ کمپلیکس۔سعودی عرب]

[''اور اللہ کے قدیم گھر کا طواف کریں'' تفسیر:عَتِيقِ کے معنی قدیم کے ہیں،مراد خانہ کعبہ ہے کہ حلق یا تقصیر کے بعد طواف زیارت کرلے]

[ترجمہ مولانا احمد رضا خان بریلوی۔ کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن]

''اور اس آزاد گھر کا طواف کریں''

Yusuf Ali: and (again) circumambulate the Ancient House."

Pickthall: and go around the ancient House.

F. Malik: and go for Tawaf-e-Ziyarah to the Ancient House.

M. Asad: And let them walk (once again) around the Most Ancient Temple.

[Reference Computer CD "Alim" ISI Software Corp. U.S.A]

قدیم تفاسیر القرطبی، الجلالین اور ابن کثیر نے العتیق کے معنی القدیم لکھے تھے۔ اور یہ بھی کہا گیا کہ نوح علیہ السلام کے زمان میں طوفان میں غرق ہوا تھا۔[مئولف:طوفان نوح دریاؤں اور کسی بند کے ٹوٹنے کی بناء پر آیا ہوا سیلاب نہیں تھا۔یہ طوفان تمام دنیا پر محیط نہیں تھا(حوالہ سورۃ القمر ۱۱-۱۲)۔ یہ دنیا کے صرف اس مقام تک محدود تھا جہاں نوح علیہ السلام کی قوم بستی تھی اور اس کا مقصد بھی صرف انہیں عذاب دینا اور غرق کرنا تھا جو ایمان نہیں لائے تھے۔نہ جانے کیوں بعض نے اس طوفان کا رخ مکۃ المکرمہ کی طرف موڑ دیا اور اپنے تخیل سے وہاں کے رہنے والوں کو نہ جانے کس جرم کی پاداش میں ڈبو دیا۔خیال آرائی میں نقص یہ ہے کہ بات کے متعلق بہت سے زاویئے نگاہوں سے اوجھل رہتے ہیں]

انسان کا مشاہدہ ہے کہ حقائق کو دانستہ بھی مسخ کیا جاتا ہے۔نت نئی باتیں اختراع کی جاتی ہیں اور حقیقت کی تلبیس کرنے کیلئے کہانیاں تخلیق کر کے زمان میں بلاتحقیق اس قدر دہرایا جاتا ہے کہ بعض لوگ انہیں حقائق گمان کرنے لگتے ہیں۔اللہ رب العزت انسان کا

خالق ہے اور اس سے بہتر اسے کون جانتا ہے۔ اللہ رب العزت نے اپنے ''بَیۡتِ'' کے متعلق حقائق کو مسخ کرنے والوں کی تمام کوششوں کو ناکام بنانے کیلئے قرآنِ مجید میں بتا دیا

إِنَّ أَوَّلَ بَيْتٍ وُضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِي بِبَكَّةَ مُبَارَكًا وَهُدًى لِّلْعَالَمِينَ ﴿٩٦﴾

''یقیناً اول گھر جو لوگوں کیلئے بنایا گیا وہی (کعبہ) ہے جو مکہ میں ہے۔ وہ مُبَارَکًا اور جہاں والوں کیلئے ہدایت ہے'' (آلِ عمران۔۹۶)

إِنَّ کے معنی ہیں تحقیق، بے شک، یقیناً۔ یہ حرف تحقیق ہے۔ خبر کی تاکید و تحقیق مزید کیلئے آتا ہے۔ اس قدر تحقیق اور یقین کے انداز میں جو اطلاع اور خبر دی گئی ہے وہ یہ ہے کہ سب سے اول جو گھر بنایا گیا یقیناً کعبہ معظّمہ ہے جو مکۃ المکرّمہ میں ہے۔ سب کو معلوم ہے کہ مکۃ المکرّمہ میں جو گھر (بیت) ہے اس کا مطلب وہ گھر نہیں جس میں لوگ رہتے ہیں بلکہ اس بیت سے مراد لوگوں کا قِبۡـلَةَ کعبہ معظّمہ ہے۔ اس آیت مبارکہ میں غیر متزلزل یقین کے ساتھ یہ خبر دی گئی ہے کہ کعبہ لوگوں کا قِبۡـلَةَ اول ہے۔ اول گھر کعبہ ہے۔ اور کعبہ قِبۡلَةَ ہے۔

عربی لفظ مُبَارَکًا کا مادہ ''ب ر ک'' ہے اور اصل معنی اس ثبات کے ہیں جس کے ساتھ نمو بھی شامل ہو۔ یعنی ایک چیز اپنے مقام پر مستحکم بھی ہو اور اسکے ساتھ ساتھ بڑھ بھی رہی ہو۔ یہ لفظ برک البعیر سے ماخوذ ہے جسکے معنی ہوتے ہیں کہ اونٹ جم کر بیٹھ گیا اور وہاں سے اٹھا نہیں۔

کسی بھی معاشرے میں اگر صحیح یا غلط کوئی روایت ایک ہزار سال تک زندگی پا جائے تو لوگوں کی اکثریت اسے ایک حقیقت گمان کرتی ہے اور پھر اسے پرکھنے کا خیال بھی ذہن میں نہیں آتا چہ جائکہ دلیل پر پرکھنے کیلئے آمادہ ہوں۔ اگر آج کے دور میں انسان کی عادت یہ ہے تو آقائے نامدار ﷺ کی تشریف آوری سے قبل ساتویں صدی عیسویں میں بنی اسماعیلؑ کی عادت اور روش اس سے مختلف کیوں ہو گی؟ ہزاروں سالوں سے وہ کعبہ معظّمہ کو قِبۡلَةَ اول تسلیم کرتے چلے آئے تھے۔ سوال یہ ہے کہ اگر انہیں یہ کہا جاتا کہ قِبۡلَةَ اول کعبہ معظّمہ نہیں 'بیت المقدس' ہے تو اس بات کو کیسے تسلیم کر سکتے تھے؟ اور کہہ سکتے تھے کہ ''بیت المقدس'' اور یہود و نصاریٰ کا قِبۡلَةَ تو کعبہ معظّمہ کے بعد ''وجود'' میں آیا تھا اور ظاہر ہے کہ بعد میں وجود میں آنے والی شئے اول نہیں ہو سکتی۔ ابراہیم علیہ السلام اور کعبہ معظّمہ کی تعمیر کے طویل عرصے بعد توریت اور انجیل نازل ہوئی تھیں اور بگاڑ کا شکار ہونے پر ان دو اقوام نے جو بھی قِبۡـلَةَ اختیار کیا تھا وہ قِبۡـلَةَ اول کعبہ معظّمہ کے بعد دوم اور سوم تو کہلا سکتا ہے اول نہیں۔ اور اسی اصول کی جانب یہود و نصاریٰ کو متوجہ کیا کہ تفقہ اور عقل اختلاف اور فرق کو متعین کرتی ہے

يَٰٓأَهۡلَ ٱلۡكِتَٰبِ لِمَ تُحَآجُّونَ فِيٓ إِبۡرَٰهِيمَ وَمَآ أُنزِلَتِ ٱلتَّوۡرَىٰةُ وَٱلۡإِنجِيلُ
إِلَّا مِنۢ بَعۡدِهِۦٓۚ أَفَلَا تَعۡقِلُونَ ٦٥

''اے اہلِ کتاب!'' تم ابراہیم (علیہ السلام) کے (یہودی یا نصاریٰ ہونے کے) بارے میں کیوں جھگڑا کرتے ہو جب کہ توریت اور انجیل نازل ہی ان کے بعد کی گئی تھیں۔ کیا تم عقل استعمال نہیں کرتے؟ (اتنا واضح فرق بھی نہیں سمجھتے)'' (آلِ عمران۔۶۵)

مَا كَانَ إِبۡرَٰهِيمُ يَهُودِيّٗا وَلَا نَصۡرَانِيّٗا وَلَٰكِن كَانَ حَنِيفٗا مُّسۡلِمٗا

''ابراہیم (علیہ السلام) نہ یہودی تھے اور نہ نصرانی بلکہ وہ حَنِيفًا (ابتدا ہی سے) مسلم تھے'' (حوالہ آلِ عمران۔۶۷)

أَوَّلَ بَيۡتٍ ٱلۡكَعۡبَةَ ہے اور یہ ٱلۡبَيۡتَ ٱلۡحَرَامَ محترم گھر ہے۔ یہ قِبۡلَةَ اول ہے۔ اور اس شہر کی بھی حرمت ہے جہاں یہ واقع ہے۔ میرے آقا، آقائے نامدار ﷺ کا فرمان ہے

إِنَّمَآ أُمِرۡتُ أَنۡ أَعۡبُدَ رَبَّ هَٰذِهِ ٱلۡبَلۡدَةِ ٱلَّذِي حَرَّمَهَا

''مجھے صرف یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں اس شہر کے رب کی عبادت کروں جس نے اسے محترم بنایا ہے'' (حوالہ النمل۔۹۰)

مکۃ المکرّمہ دنیا کا منفرد شہر ہے جس کی قرآنِ مجید میں حرمت بتائی گئی ہے۔ اور ٱلۡكَعۡبَةَ بھی واحد منفرد بَيۡتِ ہے جس کی حرمت بتائی گئی ہے۔ قرآنِ مجید نے مکۃ المکرّمہ کے علاوہ کسی شہر کو اور ٱلۡكَعۡبَةَ کے علاوہ دنیا کے کسی بیت کو ٱلۡمُحَرَّمِ قرار نہیں دیا اور نہ ایسا کہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مختلف مقامات پر برکات رکھنے کا بتایا ہے جیسے مسجد اقصیٰ کے نواح میں (حوالہ الاسراء۔۱) لیکن ان میں اور مکۃ المکرّمہ کی برکات میں ایک واضح فرق یہ ہے کہ مکۃ المکرّمہ میں برکات تمام زمان کے لوگوں کیلئے ہیں۔ فرمایا

وَنَجَّيۡنَٰهُ وَلُوطًا إِلَى ٱلۡأَرۡضِ ٱلَّتِي بَٰرَكۡنَا فِيهَا لِلۡعَٰلَمِينَ ٧١

''اور ہم انہیں (ابراہیم) اور لوط علیہ (علیہم السلام) کو اس زمین کی طرف بچا کر لے گئے
جس میں ہم نے جہاں والوں کیلئے برکتیں رکھی تھیں'' (سورۃ الانبیاء۔۷۱)

قرآن مجید نے بتایا ہے کہ مسلمین کے باپ ابراہیم علیہ السلام اور ان کے جلیل القدر بیٹے اسماعیل علیہ السلام نے مل کر بیت اللہ شریف یعنی کعبہ معظّمہ کو تعمیر فرمایا تھا۔

وَإِذۡ يَرۡفَعُ إِبۡرَٰهِـۧمُ ٱلۡقَوَاعِدَ مِنَ ٱلۡبَيۡتِ وَإِسۡمَٰعِيلُ رَبَّنَا تَقَبَّلۡ مِنَّآۖ

اور جب ابراہیم اور اسماعیل (علیہم السلام مکہ میں اول) گھر کی بنیادیں اٹھاتے ہوئے دعا مانگتے تھے

''اے ہمارے رب! (ہمارے اس کام کو) ہم سے قبول فرما'' (سورۃ البقرۃ۔۱۲۷)

ٱلۡبَيۡتِ کا مادہ ’’ب ی ت‘‘ ہے اور یہ اس جگہ کو کہتے ہیں جس میں انسان رات میں پناہ لے۔ گھر اور مکان۔ ٱلۡقَوَاعِدَ جمع ہے اور اس کے معنی اس جڑ کے ہیں جس پر عمارت کی بنیاد رکھی جاتی ہے۔ عمارت کی بنیاد اٹھاتے ہوئے مسلمان آج بھی دعا مانگتے ہیں۔ عمارت کی اول تعمیر کیلئے اسے بنیادوں سے اٹھانا ضروری ہوتا ہے کہ گھر کی جڑ زمین کے اندر سے شروع ہوتی ہے۔ ٱلۡبَيۡتِ کی لمبائی اور چوڑائی ہوتی ہے۔ اس لئے سمت اور جہت اور جتنی جگہ پر اس نے محیط ہونا ہے اس کا تعین بنیادیں اٹھانے سے قبل کیا جاتا ہے۔ ابراہیم علیہ السلام نے جس ٱلۡبَيۡتِ کی تعمیر کا آغاز اپنے بیٹے اسماعیل علیہ السلام کو ساتھ لے کر کیا تھا کیا اس کے مقامِ تعمیر کا چناؤ اور رقبہ تعمیر کا فیصلہ بھی ابراہیم علیہ السلام نے کیا تھا؟ یہ ٱلۡبَيۡتِ ان کا نہیں تھا۔ وہ محض معمار تھے۔ اس لئے مقام تعمیر اور اس گھر کے رقبے (لمبائی، چوڑائی) کا فیصلہ کرنے کے مجاز نہ تھے۔ یہ فیصلہ گھر کا مالک کرتا ہے اور معمار کو بتا دیتا ہے

وَإِذۡ بَوَّأۡنَا لِإِبۡرَٰهِيمَ مَكَانَ ٱلۡبَيۡتِ

’’اور جب ہم نے ابراہیم (علیہ السلام) کیلئے اس گھر کا مقام متعین کر دیا‘‘ (حوالہ الحج۔۲۶)

ابراہیم علیہ السلام کو کعبہ کی تعمیر کے بعد حکم دیا گیا تھا

وَأَذِّن فِي ٱلنَّاسِ بِٱلۡحَجِّ يَأۡتُوكَ رِجَالٗا وَعَلَىٰ كُلِّ ضَامِرٖ يَأۡتِينَ مِن كُلِّ فَجٍّ عَمِيقٖ ۝٢٧

’’اور لوگوں میں حج کا اعلان کر دیں۔ وہ تیرے پاس پیادہ اور ہر طرح کی دبلی پتلی سواری پر دور دراز پہاڑوں کے درمیان کشادہ راستوں سے آئیں گے‘‘ (الحج۔۲۷)۔ اور پھر حج کے معلوم آیام کے مناسک بتائے اور فرمایا

وَلۡيَطَّوَّفُواْ بِٱلۡبَيۡتِ ٱلۡعَتِيقِ۝

’’اور شرف وعظمت (حرمت) والے گھر کا طواف کریں‘‘ (حوالہ الحج۔۲۹)

قرآنِ مجید میں ٱلۡعَتِيقِ صرف دو بار آیا ہے اور دونوں بار ٱلۡبَيۡتِ یعنی ٱلۡكَعۡبَةَ کے حوالے سے آیا ہے (حوالہ الحج ۳۳،۲۹)۔ اس کا مادہ ’’ع ت ق‘‘ اور معنی شرافت، نجابت، عزت، جمال، عظمت، حریت، آزادی ہیں۔ ’آزاد ہونے والا غلام عتیق و عاتق کہلائے گا‘ (تاج)۔ ابن فارس نے کہا ہے کہ یہ مادہ ساخت اور اخلاق دونوں اعتبار سے معزز و مکرم ہونے کیلئے آتا ہے اور قدیم ہونے کیلئے آتا ہے۔ جناب راغب نے لکھا ہے کہ ہر پیشرو چیز کو کہتے ہیں خواہ اس کا تقدم زمان کے اعتبار سے ہو، خواہ مکان کے اعتبار سے، یا رتبہ کے اعتبار سے۔ ’’رَاحٌ عَتِيقٌ‘‘ اس سربند شراب کو کہتے ہیں جس کی مہر کسی نے نہ توڑی ہو اور (شاید اسی کے پیشِ نظر) ابن

فارس نے اس مادے کے متعلق یہ بھی کہا ہے کہ قدیم ہونے کیلئے آتا ہے۔

سر بند شراب کے لئے لفظ ''عتیق'' کا استعمال اس کے قدیم ہونے پر دلیل نہیں ہے بلکہ شرابیوں کے نقطہ نظر سے اس بوتل میں موجود شراب کی ''بن چھوئے، محفوظ'' حالت کے حوالے سے ہے کہ اس بوتل کی مہر کو کسی نے نہیں توڑا ہوتا۔ بوتل میں سر بند شراب سال پرانی بھی ہو سکتی ہے اور پچاس سال پرانی بھی۔ اس لئے اس کیلئے ''عتیق'' کا استعمال زمان کے حوالے سے تقدم کا اظہار نہیں کرتا ٱلْكَعْبَةَ کیلئے ٱلْعَتِيقِ چونکہ اس وقت استعمال ہوا تھا جب مخاطب اس کے معمار ابراہیم علیہ السلام تھے اس لئے ظنی روایت کے زیر اثر اس لفظ کے معنی ''قدیم'' کرنے سے اس تخیل کو تقویت اور سہارا ملتا ہے کہ '' ٱلْكَعْبَةَ کو آدم علیہ السلام یا نوح علیہ السلام نے تعمیر کیا تھا اور پھر طوفان نوح میں یہ بہہ گیا تھا اور انہی پرانی بنیادوں پر ابراہیم علیہ السلام نے دوبارہ تعمیر کیا تھا۔ وغیرہ وغیرہ''۔

قرآنِ مجید اپنے الفاظ کے معنی اور مفہوم خود طے کرتا اور انہیں واضح کر کے بیان کر دیتا ہے۔

وَلْيُوفُوا۟ نُذُورَهُمْ

''اور اپنی نذریں پوری کریں

وَلْيَطَّوَّفُوا۟ بِٱلْبَيْتِ ٱلْعَتِيقِ ۝

''اور شرف و عظمت (حرمت) والے گھر کا طواف کریں'' (حوالہ الحج۔۲۹)۔ اور اس کے بعد فرمایا

ذَٰلِكَ وَمَن يُعَظِّمْ حُرُمَٰتِ ٱللَّهِ فَهُوَ خَيْرٌ لَّهُۥ عِندَ رَبِّهِۦ ۗ

''یہ ہے (طریقہ)۔ اور جو کوئی عزت و ادب کرتا ہے اللہ کی جانب سے محترم ٹھہرائی ہوئی چیزوں کا تو اللہ کے ہاں یہ بات اس کیلئے بہتر ہے'' (حوالہ الحج۔۳۰)

کوئی بھی شئے محض قدیم ہونے کی بناء پر کیا محترم ہوتی ہے؟ محترم وہی ہوتی ہے جسے اللہ نے محترم ٹھہرایا۔ اور جس ٱلْبَيْتِ کو ٱلْعَتِيقِ کہا گیا اسی کو اللہ تعالیٰ نے ٱلْبَيْتَ ٱلْحَرَامَ ''محترم گھر'' کہا ہے اور اللہ تعالیٰ سے ابراہیم علیہ السلام نے بھی یہی کہا تھا بَيْتِكَ ٱلْمُحَرَّمِ ''تیرا محترم گھر'' (حوالہ ابراہیم۔۳۷)۔ اس طرح غیر مبہم انداز میں واضح ہے کہ قرآنِ مجید نے ٱلْعَتِيقِ کے معنی اور مفہوم ''قدیم'' نہیں بلکہ محترم، عزت و شرف، عظمت بتائے ہیں اور ارباب لغت نے بھی اس کے بنیادی معنی یہی بیان کئے تھے۔

قرآنِ مجید نے ٱلْكَعْبَةَ کو أَوَّلَ بَيْتٍ قرار دیا ہے اور اول سے قبل شئے قدیم نہیں ہوتی۔ ٱلْبَيْتِ زمین کے ٹکڑے کو نہیں کہتے اور یہ اول بار اس وقت وجود میں آتا ہے جب ٱلْقَوَاعِدَ یعنی جڑ سے اس کی بنیاد رکھی جاتی ہے۔ قرآنِ مجید نے دوٹوک خبر دی ہے کہ ابراہیم اور اسماعیل علیہم السلام نے أَوَّلَ بَيْتٍ کو ٱلْقَوَاعِدَ سے تعمیر کیا تھا اور خبر تو کیا کوئی مبہم اشارہ بھی اس جانب نہیں دیا کہ آدم اور نوح علیہم السلام کا کعبہ معظمہ سے کوئی تعلق تھا۔ قرآنِ مجید میں تو ابراہیم علیہ السلام سے قبل کے زمان و مکان کی مختلف اقوام کے بیان میں ٱلصَّلَوٰةَ اور ٱلْمَسْجِدِ اور قِبْلَةَ کا نہ کوئی تذکرہ ہے اور نہ ہی یہ الفاظ اس گفتگو میں استعمال ہوئے ہیں جو ان رسولوں اور ان کی اقوام کے لوگوں کے مابین ہوئی تھی جسے قرآنِ مجید میں محفوظ کیا گیا ہے۔ قرآنِ مجید میں دی گئی خبروں سے ہٹ کر اختراع کی گئی متضاد باتوں اور کہانیوں کو دہرانے سے اجتناب کرنا چاہئے اور ان کا انکار کرنے میں جھجک بھی محسوس نہ کریں کہ قرآنِ مجید نے واضح کیا ہے کہ تخیلاتی باتوں کیلئے کوئی تقدس نہیں ہوتا۔

قرآنِ مجید خبر دیتا ہے، بیتے ہوئے کل میں کیا ہوا اور آنے والے کل میں کیا ہونا ہے، قرآنِ مجید میں بیان کر دیا گیا ہے

ذَٰلِكَ مِنْ أَنۢبَآءِ ٱلْغَيْبِ نُوحِيهِ إِلَيْكَ

''یہ غیب (زمانہ ماضی) کی خبریں ہیں جو (اے رسولِ کریم ﷺ) ہم آپ کی طرف وحی کر رہے ہیں'' (آلِ عمران۔۴۴، یوسف۔۱۰۲)۔

أَنۢبَآءِ جمع ہے نَبَأَ (مادہ۔ن ب أ) کی۔ اور اس کے معنی ہیں خبریں، حقیقتیں۔ ابن فارس نے کہا ہے کہ اس کے بنیادی معنی ایک جگہ سے دوسری جگہ آنے کے ہیں۔ خبر کو بھی ٱلنَّبَإِ اس لئے کہتے ہیں کہ وہ ایک جگہ سے دوسری جگہ جاتی ہے۔ خبر کا مواد حقیقت **(fact)** ہے، واقعہ ہے۔ اور خبر اس وقت تک خبر کہلا سکتی ہے جب اسے بیان کرنے والے نے اس خبر کو شاھد، حقیقت آشنا سے سنا ہو اور من وعن ویسے ہی بیان کیا ہو جیسے اس نے سنا تھا۔ خبر حقیقت کا بیان ہے، خبر اطلاع **(information)** ہے، اور مبنی بر حقیقت بیان اور اطلاع کی حیثیت دائمی ہے۔ لیکن اگر خبر میں قطع وبرید، اضافہ، مبالغہ اور خیال، گمان کو شامل کر دیا جائے تو یہ ایک نئی شئے کو جنم دیتا ہے جسے کوئی بھی نام دیا جا سکتا ہے جیسے روایت کہانی، داستان، افسانہ لیکن اس کے بعد اسے خبر نہیں کہا جا سکتا۔

نوح علیہ السلام ان رسولوں میں سے ہیں جن کے حالات زندگی کو قرآنِ مجید نے تفصیل اور جزئیات کے ساتھ بیان کیا ہے۔ ان کے متعلق تو یہ بھی بتایا گیا ہے کہ وہ پچاس کم ہزار سال قوم میں رہے۔ اللہ تعالیٰ کی ہدایت کے مطابق انہوں نے ایک کشتی بنائی تھی۔ قرآنِ مجید میں ان کے کشتی بنانے کے منظر کو بھی بیان کیا گیا ہے۔ نوح علیہ السلام کشتی کے تو موجد ہیں جس کے ذریعے انسان کیلئے

دریاؤں اور سمندروں کو مسخر کر دیا گیا لیکن قرآنِ مجید نے مکۃ المکرّمہ کی وادی میں انہیں آتے دکھایا ہے اور نہ یہ کہا ہے کہ انہوں نے کعبہ معظّمہ کو تعمیر کیا تھا۔ آقائے نامدار ﷺ کو بتائی گئی نوح علیہ السلام کی پچاس کم ہزار سال کی زندگی کی خبروں میں مکۃ المکرّمہ اور کعبہ معظّمہ کا کہیں ذکر تو کیا بعید اشارہ بھی نہیں ہے۔

جب سے انسانی معاشرہ تشکیل پایا ہے اس وقت سے روایت، کہانی اور داستان اختراع اور مرتب کرنے کا رواج اور مشغلہ ہے۔ اور تحریر میں بھی یہ ایک صنف ہے کہ اس کو وجود میں لانے والا مصنف کسی خیال اور تصور کو قاری تک پہنچانا چاہتا ہے۔ لوگوں کے اس انداز اور روش پر تنقید اور سخت مؤقف اختیار کرنا شاید مناسب نہیں لیکن کسی روایت اور کہانی کے ماخذ کو ایسے لوگوں سے منسوب کر دینا جنہیں اس کے متعلق سرے سے علم ہی نہیں تھا تو یہ یقیناً زیادتی اور ظلم کے زمرے میں آئے گا۔ اور اس زیادتی اور ظلم کی نوعیت اس وقت شدید ہو جائے گی اگر اس روایت اور کہانی کو ان لوگوں سے کوئی منسوب کر دے جن سے قاری کو عقیدت اور ادب ہے اور یوں ایک خیالی اور جھوٹی بات کو وہ تقدس کا درجہ دے دیگا۔ نوح علیہ السلام کے حوالے سے اختراع کی گئی باتوں کی نوعیت ایسی ہی ہے۔

نوح علیہ السلام کے متعلق خبریں دینے کے بعد کہا

تِلْكَ مِنْ أَنۢبَآءِ ٱلْغَيْبِ نُوحِيهَآ إِلَيْكَ ۖ

”یہ غیب (ماضی) کی خبروں میں سے ہیں جو ہم آپ (ﷺ) کی طرف وحی کر رہے ہیں۔

مَا كُنتَ تَعْلَمُهَآ أَنتَ وَلَا قَوْمُكَ مِن قَبْلِ هَـٰذَا ۖ

اس سے قبل آپ کو ان کا علم نہیں تھا اور نہ ہی آپ کی قوم کو علم تھا“ (حوالہ سورۃ ھود۔۴۹)

اب ہم خود ہی فیصلہ کریں کہ قرآنِ مجید میں بتائی ہوئی باتوں کے متعلق آقائے نامدار ﷺ کی قوم کو علم نہیں تھا تو اس سے ماوراء باتوں کا علم انہیں کہاں سے مل سکتا تھا؟ اللہ تعالیٰ کے اس دوٹوک اعلان کے باوجود نوح علیہ السلام کے حوالے سے قرآنِ مجید میں دی ہوئی خبروں سے ماوراء کسی بھی بات کو اگر کوئی آقائے نامدار ﷺ کی قوم کے کسی بھی فرد سے منسوب کرے تو وہ صحیح نہیں۔ قرآنِ مجید نے دوٹوک انداز میں خبر دی ہے کہ ابراہیم اور اسماعیل علیہم السلام نے کعبہ معظّمہ کو اول بار بنیادوں سے تعمیر کیا تھا۔ ابراہیم اور اسماعیل علیہم السلام معمار کعبہ ہیں۔ سیدنا نوح، ابراہیم اور سیدنا اسماعیل علیہم السلام کو ادب و عقیدت سے جھکی نگاہوں سے سلام ہو۔